© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اکتب کل ما اسمع منک قال نعم (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۲)۔
یعنی۔ کیا جو کچھ میں آپ سے سنوں اُسے لکھ لوں؟ آپ نے فرمایا، ہاں"۔

(۶) حسن بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں بہت سے قلمی نوشتے دکھلائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل تھے۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۴)۔

(۷) ابو عبید خیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پہنچا۔ جس میں آپ نے مردار سے منع فرمایا تھا۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۲ ص ۵۱۳)۔

اس نوع کے بہت سے نظائر و شواہد حدیث کے متند ذخیرے میں موجود ہیں۔ یہاں صرف انہی چند مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ایک انصاف پسند طالب حق کے لیے یہی واقعات کیا کچھ کم ہیں؟

(۲) دوسرا دور سنہ ۱۵۰ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں امام ابن شہاب زہری کا نام تدوین حدیث کے سلسلہ میں نمایاں طور پر لیا جاتا ہے جن کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کا حکم دیا تھا۔

دوسرا نمایاں نام امام مالکؒ کا ہے جن کی شہرۂ آفاق تصنیف مؤطا امام مالک ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا زمانہ سنہ ۱۴۳ھ کے لگ بھگ متعین کیا جاتا ہے۔

(۳) تیسرا دور تیسری صدی ہجری کے بعد تک قائم رہا۔ اس دور میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور روایات کے دوسرے مجموعے مرتب ہوئے۔

پہلے دور کے راویوں نے زیادہ تر اپنی ذاتی یادداشتیں قلم بند کرنے پر اکتفا کی۔ ان کے یہ نوشتے دوسرے دور کے جامعین حدیث کے لیے بنیاد بنے۔ اس عہد کے اہل علم نے اپنی ذاتی یادداشتوں کے ساتھ ساتھ اپنے شہر اور قریبی علاقوں کے راویوں سے حاصل شدہ ذخیرۂ روایات کو بھی اپنے مجموعوں میں سمو لیا۔

تیسرے دور میں جمع حدیث کا فن اور بھی وسیع ہو گیا۔ محدثین شہر شہر اور قریہ قریہ گھومے، دور دراز کی منزلیں طے کیں، صحراؤں، وادیوں کی خاک چھانی اور ایک ایک حدیث کا کھوج لگایا، جانچ پڑتال کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طرح دوسرے دور کا سرمایہ حدیث تیسرے دور کی تصانیف میں سما گیا۔

"تدوینِ حدیث کے اس پورے پس منظر کو سامنے رکھا جائے تو پھر یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ "کیا تبلیغ کی تکمیل اجتماعِ حدیث تک دو سو برس کے لیے ملتوی رہی؟"

(۴) حدیث کے لکھنے اور جمع کرنے کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل کی وضاحت سوال ۳ کے جواب میں کر دی گئی ہے۔ باقی رہا کتابتِ حدیث سے ممانعت کا حکم تو اس کی پوری تفصیل صحیح مسلم کی روایت میں ملتی ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ، وحدثوا عنی ولا حرج و من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار	ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے قرآن کے علاوہ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہے اُسے مٹا دے، مجھ سے حدیث بیان کرو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے مجھ پر جانتے بوجھتے جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(مسلم، کتاب الزہد، ج ۲ ص ۴۱۴)

عام طور پر منکرینِ حدیث اس روایت کا پہلا اور دوسرا فقرہ تو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں لیکن تیسرے فقرے کو بالکل پی جاتے ہیں۔

اوّلاً، یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس روایت میں کتابتِ حدیث کی ممانعت سے یہ کہاں لازم آیا کہ حدیث دینی حیثیت بھی نہیں رکھتی، جبکہ اس کے متصل ہی "حدثوا عنی ولا حرج" موجود ہے۔

ثانیاً، آپ کا یہ حکم وقتی اور عارضی تھا نہ کہ دائمی اور مستقل۔ مصلحت یہ تھی کہ اگر ابتدائی دور میں قرآن و سنت دونوں کے قلم بند کرنے کا رواج عام ہو گیا تو قرآن و حدیث کے مابین امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اس وقت بعد کے زمانہ کی طرح کاغذ اور کتابت کی سہولت نہ تھی۔ لوگ عام طور پر ہڈیوں، پتھر کی سلوں اور صاف ستھرے چمڑوں پر لکھا کرتے تھے۔ کاتبوں کی تعداد بھی بہت ہی کم تھی۔ اس بنا پر قرآن و سنت دونوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابت و ترتیب کا اہتمام اس شکل میں تقریباً ناممکن تھا کہ دونوں کے درمیان پوری طرح امتیاز برقرار رکھا جا سکے۔
آپ کے اس حکیمانہ ارشاد سے ایک طرف قرآن حکیم کی امتیازی شان اپنی جگہ برقرار رہی، دوسری طرف
سنت کی ایک الگ حیثیت بھی واضح ہو گئی۔

خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام حدیث کو دینی حجت سمجھتے تھے جیسا کہ ذیل کے شواہد امثلہ سے ظاہر ہے

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب دورِ صدیقی میں
حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے اپنے اپنے حصے کا مطالبہ کیا (بخاری پ ۲۰)۔ اور ازواج مطہرات نے
حضرت عثمانؓ کے ذریعہ اپنا حق وراثت طلب کیا (بخاری و مسلم) تو حضرت ابوبکرؓ نے سب کو ایک ہی حدیث
سنا کر مطمئن کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لا نورث ما ترکنا صدقة" یعنی انبیاء
کرام کا متروکہ مال میراث کے طور پر تقسیم نہیں ہوتا، بلکہ وہ امت کے غرباء کا حق ہے۔ (بخاری و مسلم۔
مشکوٰۃ صفحہ ۵۵) حضرت فاطمہ جنہوں نے اس مطالبہ پر اصرار کیا تھا بعد میں راضی ہو گئیں۔ (بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱)

(۲) حضرت ابوبکرؓ سے جب دادی کے حق کے بارے میں سوال کیا گیا، کہ وہ اپنے پوتے کی میراث
میں سے کتنا حصہ لے گی؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے اس بارے میں صحابہؓ سے دریافت کیا، محمد بن سلمہؓ
اور مغیرہؓ بن شعبہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ
نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ (موطا امام مالک، ص ۲۲۷۔ باب میراث الجدة)

(۳) حضرت عمرؓ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ مقتول شوہر کی دیت سے اس کی بیوی حصہ پائے گی یا
نہیں؟ حضرت عمرؓ اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ اس موقع پر ضحاکؓ بن سفیان حضرت عمرؓ سے کہتے
ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نوشتہ موجود ہے کہ آپ نے اشیم ضبابی کی بیوی کو اپنے شوہر کی
دیت میں سے حصہ لینے کا حق دار ٹھیرایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلے سے رجوع فرمایا
اور اس حدیث کے مطابق فیصلہ دیا۔ (ابوداؤد۔ موطا امام مالک ص ۲۳۹ باب میراث العقل)

(۴) حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے تو وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی
ہے لیکن جب ابوسعید خدری کی بہن فریعہ بنت مالک نے اپنا واقعہ پیش کیا کہ میرا شوہر قتل کیا گیا تھا،

© rasailojaraid.com